

چودہ اگست کے بعد!

پچھلے ہفتے پاکستان کے قیام کی سڑویں سالگرہ تھی۔ ہر قوم کیلئے یہ انتہائی اہم دن ہوتا ہے۔ مگر سوچنے کی بات ہے کہ کس لیے جشن اپنی جگہ، خوشیاں اپنی جگہ۔ مگر قومی دن دراصل ایک فکر انگیز سوچ کا تازیانہ ہے جو سوچنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ مسرت اپنی جگہ۔ مگر اسکے برابر یہ نکتہ بھی اہم ہے کہ ستر برس گزرنے کے بعد کیا ہم اہداف حاصل کرچکے ہیں جتنی بنیاد اور حصول کیلئے ملک قائم ہوا تھا۔ ہر ذی شعور کا اپنا اپنا جواب ہوتا ہے۔ سیاست اور سماج کا معمولی ساطابعلم ہوں۔ وثوق سے عرض کر سکتا ہوں کہ بحیثیت قوم ہم قیام پاکستان کے کسی بھی مقصد کو بھر پور طریقے سے حاصل نہیں کر پائے۔

پہلی بات تو یہ کہ چودہ اگست کو آٹھ دس گھنٹے کی بجائے پندرہ بیس گھنٹے کام کرنا چاہیے۔ سرکاری دفتر ہوں یا نجی شعبے کے معاملات۔ اس مقدس دن پر تمیں پورے سال کے ہر دن سے زیادہ محنت کرنی چاہیے۔ جنم کر کام کرنا تو دور کی بات، عام تعطیل کی وجہ سے تقریباً ہر آدمی سارا دن ستانے اور ٹوپی وی دیکھنے میں بس رکر دیتا ہے۔ اکثریت اسکو ایک عام چھٹی کے دن کی طرح گزارتی ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ ہر شہری اپنے آپ سے وعدہ کرے کہ محنت بلکہ ریاضت کی بدولت اپنے ملک کو عظیم سے عظیم تر بنایا۔ مگر وہ ذاتی ہمت یا وعدہ کہیں نظر نہیں آتا۔ آیا کبھی نہیں۔ اگر ملک کا قومی دن صرف جھنڈے لہرانے یا تیز موٹر سائیکل کا نام ہے، تو ہم واقعی کامیاب ہیں۔ دنیا کی عظیم قوم ہیں۔ مگر درحقیقت ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ آپ میرے خیالات سے اختلاف کریں مگر یہ حق آپ کو مکمل طور پر حاصل ہے۔ ملک بذات خود اپنے آپ کو عظیم یا عظیم تر کہنے سے حقیقت میں عظیم نہیں ہوتے۔ دنیا کو پتہ ہوتا ہے کہ کون سا ملک طاقتور ہے اور کون سانا توں۔ کیا مکمل طور پر انوری اور بیرونی قرضوں میں ڈوبا ہوا ملک عظمت کے گیت گاسکتا ہے۔ ہاں، گاسکتا ہے۔ مگر کوئی بھی اس پر یقین نہیں کریگا۔ کیا چین، امریکہ، ساؤ تھک کوریا، آسٹریلیا اور یوکے، ملی نغموں کے ذریعے دنیا کو باور کرواتے ہیں کہ وہ عظیم دنیاوی طاقتیں ہیں۔ قطعاً نہیں۔ ہر ایک کو پتہ ہے کہ یہ ممالک دراصل اپنے مضبوط نظام اور ترقی کے ثمرات کی بدولت دنیا کے اکثر ملکوں سے بہت آگے نکل چکے ہیں۔ ہمارے جیسے کمزور ممالک انکی چوکھٹ پر تقریباً سجدہ ریز نظر آتے ہیں۔ بات تلخ ہے، مگر تجھ یہی ہے کہ آزادی کا کوئی بھی ہدف پورا نہیں ہوا۔ عوام کا لفظ مناسب نہیں۔ "رعایا" کو صرف چند ٹکڑے ڈال کر ہم اپنی بے مثال ترقی کے ڈھول کو نہیں پیٹ سکتے۔ انکے مسائل اژدہ ہے کی طرح وہیں کے وہیں کھڑے ہیں اور عام آدمی کو زندہ نگل رہے ہیں۔

دل پر ہاتھ رکھ کر بتائیے۔ صرف ایک سال کی مثال لیں۔ کیا چودہ اگست 2016 سے لیکر چودہ اگست 2017 تک ہم نے اپنے تمام قومی مسائل حل کر لیے ہیں۔ چلے سوال کو بدل دیجئے۔ وہ کیا عوامی نوعیت کے مسائل تھے، جنہیں ہم نے ایک سال میں عمدہ طریقے سے حل کر لیا ہے۔ طابعلم کی نظر میں ایک بھی نہیں۔ باتیں ہیں، نعرے ہیں، جذباتیت ہے اور منافقت ہے۔ قائد اعظم کی بات نہیں کرنا چاہتا۔ کیونکہ وہ اس سطح کے بے مثال لید رتھے جو دوبارہ جنم نہیں لے سکتے۔ ایسے لوگ قدرت اور حالات کا انعام ہوتے ہیں جو صدیوں میں نہیں بلکہ ہزاروں سالوں میں کسی بھی قوم کو عطا کیے جاتے ہیں۔ چلیں، اگر اس عظیم آدمی کی بات ہو ہی رہی ہے تو بتائیے کہ

کیا اسکی کہی ہوئی ایک بات یا ایک جملے پر بھی عمل ہو رہا ہے۔ صاحب، قطعاً نہیں۔ اتحاد، ایمان اور نظم و ضبط کے کہے گئے تین الفاظ کی روشنی میں ملک کو دیکھ لجھئے۔ کیا اتحاد واقعی موجود ہے؟ ہر طریقے سے منتشر لوگ جو قطعاً ایک قوم نہیں بن پائے۔ ان میں تو نظریہ سے لیکر فرقے تک، طبقاتی خلچ سے لیکر اقتصادی خندق تک، نسل سے لیکر برادری تک، کسی بھی چیز میں کوئی اتحاد نظر نہیں آتا۔ ایمان کی بات کرنا بھی عبث ہے۔ یہاں اصل ایمان دولت کا حصول ہے۔ جائزیانا جائز طریقے سے۔ اس دنیاوی ایمان کی گونخ اب عدالتوں سے لیکر سو شل میڈیا تک، ہر جانب سنائی دے رہی ہے۔ ڈسپلن یا نظم و ضبط پر کوئی جملہ نہیں لکھنا چاہیے۔ ہم چھوٹی سے چھوٹی چیز کے حصول کیلئے قطار تک بنانہیں سکتے۔ ڈسپلن تو دور کی بات، ہاں ہم، غیر منظم طریقے سے ہر کام کرنے کے ماہر ترین لوگ ہیں۔ دور مت جائیے۔ کسی بھی شہر کی ٹریفک کو دیکھ لجھئے۔ گاڑیوں، موٹر سائیکلوں اور پیدل لوگوں کا سیلا ب ہے جس میں ہر بلا پوشیدہ ہے مگر نظم و ضبط کا آپ کو شانتہ تک نظر نہیں آتا۔

چودہ اگست کے قومی خطابات غور سے سینے اور تجزیہ کیجئے۔ وہی رٹی رٹائی، گھسی پیٹی باتیں جو ہم لوگ ستر سال سے سن رہے ہیں۔ لکھی ہوئی بے جان تقاریر، پڑھ کر سمجھا جاتا ہے کہ قائدین نے اپنا قومی فریضہ بھر پور طریقے سے ادا کر دیا۔ مگر وہ تو صرف سادہ اور خوشنما الفاظ ہوتے ہیں۔ عملی مطلب کچھ بھی نہیں ہے۔ کیا آج تک کسی قومی سطح کے قائدے چودہ اگست کو اعلان کیا، کہ بڑھتی ہوئی آبادی ہمارے ملک کیلئے زہر قاتل ہے۔ اسکو نظرول کرنے کیلئے ہم اگلے سال کے قومی دن تک فلاں فلاں اقدامات کریں گے۔ کیا کسی صدر یا وزیر اعظم نے بیان کیا ہے، کہ ہماری برامات میں مسلسل گراوٹ آرہی ہے۔ ہم ایک سال میں انکو باعزت سطح پر لیکر آئیں گے۔ کیا کسی اہم آدمی نے قوم کو بتایا کہ ہمارے ملک میں ماحولیاتی آلو دگی قیامت برپا کر چکی ہے۔ ہم اگلے سال تک اس پر قابو پالیں گے۔ کیا کسی قومی لیڈر نے ہمت کی، کہ اس قومی دن پر اعلان کرے کہ آج کے بعد میں اپنے اوپر سادگی کا قانون نافذ کروں گا۔ سرکاری مراعات اور قومی خزانہ پر قطعاً بوجھ نہیں بنوں گا۔ قصر اقتدار سے نکل کر اس غریب ملک کے مطابق اپنے آپ کو سادہ طریز زندگی پر ڈھال دونوں گا۔ بے شمار مسائل ہیں۔ جن پر ایک ایک جملے میں قومی دن کی مطابقت سے ہمت اور عظم کا مظاہرہ کیا جاسکتا ہے۔ پر نہیں۔ ہمیں صرف اور صرف لفاظی کی مار ماری جاتی ہے۔ اب تو تقاریر سنکر دکھ ہوتا ہے کہ ہم اتنا جھوٹ کیوں بول رہے ہیں۔ کس کو یہ وقف بنارہ ہے ہیں۔

عرض کرتا چلوں۔ میرے والدین اور بزرگوں نے اس ملک کیلئے بے مثال قربانیاں دی ہیں۔ تفصیل میں نہیں جانا چاہتا۔ مگر عرض ضرور کروں گا کہ اس ملک کی بنیادوں میں ہماری ذاتی نسلوں کی محنت، مشقت اور خون پسینہ شامل ہے۔ یہ تہیید صرف اسلیے کہ میری غیر جذباتی تقید کو حب الوطنی کے برعکس نہ سمجھا جائے۔ کیا پاکستان کا جھنڈا الہانے سے واقعی ہماری آزادی کا قومی ہدف پورا ہو جاتا ہے؟ کیا ایشیاء یادنیا کا سب سے بڑا جھنڈا الہانے سے ہم ترقی کی شاہراہ پر تیز رفتاری سے دوڑنا شروع کر دیتے ہیں۔ قطعاً نہیں۔ ہرگز نہیں۔ جواب دیجئے۔ کیا امریکہ، چین اور یوکے، چار پانچ سو فٹ کے جھنڈے ہر جگہ نہیں لہر اسکتے۔ کیا پانچ سو فٹ کا جھنڈا نہیں بنا سکتے، بالکل بنا سکتے ہیں۔ مگر نہیں بناتے۔ کیونکہ معلوم ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کیلئے دنیا کے بہترین نظام بنار کھے ہیں۔ خوشحالی، خوشی اور روزگار کیلئے بے مثال موقع مرتب کیے ہیں۔ سائنس، تحقیق اور علمی لحاظ سے بہت آگے نکل چکے ہیں۔ انکو اعتماد اپنے آپ پر ہے اور وجہ انکی محنت، انصاف

اور متوازن سوچ ہے۔ خوشی ہے کہ ہم نے چودہ اگست کو ایشائے کا سب سے بڑا جھنڈا فضا میں بلند کیا، مگر کیا یہ واقعی زمینی حقائق کو بدل سکتا ہے۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ ہم ایک ایسے منصوبے کا اعلان کرتے جسکی بدولت قلیل وقت میں ہمارا قومی مقدار بدل جاتا۔ پر صاحبان! ہم یہ کبھی نہیں کریں گے۔ اسلیے کہ مشکل کام ہے۔ البتہ بیانات دینا، اعلانات کرنا اور جذباتی مظاہرے کرنا بے انہتا آسان ہیں۔

چودہ اگست کو صحیح باغِ جناح سیر کیلئے گیا۔ کئی بچوں نے موقع کی مناسبت سے چاند ستارے والے سبز دیدہ زیب کپڑے اور ٹوپیاں پہن رکھی تھیں۔ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ کئی نوجوانوں نے سفید اور سبزرنگ کے پلاسٹک کے بھونپو بھی پکڑ رکھے تھے۔ ان میں سے ٹرین کے انجن کے ہارن کے برابر کی آوازلکھتی تھی۔ واپسی پر ایک دکان پر رکا جو اس دن کی مناسبت سے چیزیں فروخت کر رہی تھی۔ وہاں سے ایک جھنڈا خریدنا چاہتا تھا۔ کام ختم کرنے کے بعد ویسے ہی دکاندار سے پوچھا کہ صاحب یہ بھونپو، ٹوپیاں اور سبز ستارے والی اشیاء کہاں بنتی ہیں۔ اس کا جواب بالکل مختصر تھا۔ چین سے۔ خاموشی سے واپس آگیا۔ کیا یہ تکلیف دہ سچ نہیں کہ ہم لوگ اپنے قومی دن پر خوشی منانے والی اشیاء تک خود نہیں بnarہے۔ ہو سکتا ہے کہ چند چیزیں ہمارے تاجر بھی بnarہے ہیں۔ مگر اکثر اشیاء چین سے درآمد شدہ تھیں۔ اس سے زیادہ بے بُسی اور محنتا جی کی کیفیت کیا ہوگی۔ ٹوپی اور بار بار فخریہ طریقے سے بتایا جا رہا تھا کہ کراچی، لاہور میں چودہ اگست کے حوالے سے اربوں روپوں کی شاپنگ کی گئی۔ بہت خوشی کی بات ہے۔ پر کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ ہمارے قائدین اعلان کریں کہ اس سال ہم قومی دن پر اٹھنے والے تمام سرکاری اور غیر سرکاری اخراجات کو تعلیم کو بہتر بنانے کیلئے صرف کریں گے۔ اسکو لوں میں اعلیٰ سہولیات مہیا کریں گے۔ صحت کے حوالے سے سرکاری ہسپتا ہوں کو اتنا بہتر بنادیں گے کہ عوام نجی ہسپتا لوں کا رخ نہیں کریں گی۔ کیا ہم یہ بھی نہیں کر سکتے کہ صرف یہ اعلان کر دیں کہ ہم اس دن کے اربوں روپے کے اخراجات کو بچا کر ملک میں پیٹائیں جیسی مہلک بیماری کا قلع قع کر دیں گے۔ یاد رہے کہ اس وقت کا لا برقیان پاکستان میں وباء کی طرح پھیلا ہوا ہے۔ پر نہیں۔ ایسا فیصلہ نہ پہلے کبھی ہوا ہے اور نہ آنے والے دنوں میں ہو گا۔ ہم اسی طرح چین سے درآمد شدہ بھونپو بجا بجا کر قومی دن مناتے رہیں گے۔ لوگ جہالت، غربت، مغلسی، بیماری، جذباتیت اور تشدد پسندی کے سمندر میں غرق ہوتے رہیں گے۔ ستر سال سے یہی کچھ ہو رہا ہے۔ شاہد آئندہ بھی ہوتا رہیگا۔ کوئی نہیں سوچتا کہ چودہ اگست کی دھویں دار تقاریر اور اعلانات کے بعد ہر چیز اسی بدنظری سے چلتی رہتی ہے جیسے پہلے گام زان تھی۔ عام آدمی یہاں صرف سبز ستاروں والی ٹوپیاں اور بنیا نیں پہن کرنا چtar رہیگا۔ یہی اس کا مقدر ہے۔ یہی اس کا مستقبل ہے!

راوِ منظر حیات